کرپشن...وجوہ اور علاج

جسٹس ایس۔اے۔ربانی
سابق جج سندھ ہائی کورٹ، فیڈرل شریعت کورٹ

رشوت اور بدعنوانی جسے عموماً کرپشن کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے کی پہچان بن گیا ہے اور صاحب دل لوگوں کے لیے ایک پیچیدہ مسئلہ ہے۔ اس کا تذکرہ تو بہت کیا جاتا ہے لیکن اس کی اصل وجوہات بہت کم سامنے لائی جاتی ہیں۔ کرپشن ایک ایسی معاشرتی بیماری ہے جو کسی بھی معاشرے سے مکمل طور پر ختم نہیں کی جا سکتی لیکن اس میں زیادہ سے زیادہ کمی کسی تہذیب کی کامیابی ہے۔ کرپشن ہمیشہ قانون کی حکمرانی (Rule of Law) سے نسبت معکوس رکھتا ہے۔

اس معاشرتی مرض کے بڑھنے کی مختلف وجوہات ہوتی ہیں۔ ایک وجہ بنیادی ضروریات کا حصول ہوتی ہے جو مفلس اور نادار لوگوں کو اس پر مجبور کرتی ہے۔ کسی معاشرے سے کرپشن کی اس قسم کو اس وقت تک ختم نہیں کیا جا سکتا جب تک خود مفلس اور نادار لوگوں کو ختم نہ کیا جائے یا دوسرے لفظوں میں مفلسی کو ختم نہ کر دیا جائے۔

ایک انسان معاشرے سے دو جائز توقعات رکھتا ہے۔ ایک عزت نفس اور دوسرے جائز ضروریات کا حصول۔ ایک مہذب معاشرہ ان دونوں کی فراہمی کا بندوبست کرتا ہے۔ مہذب معاشرہ وہ ہوتا ہے جس کی بنیاد ایسے قانون کی حکمرانی ہوتی ہے جہاں کوئی استثناء نہیں ہوتا اور جہاں بغیر استثناء ہر شخص بحیثیت انسان برابر عزت کا حق دار ہوتا ہے اور جہاں بغیر امتیاز ہر شخص کو اس کا حق قانون ایک ہی طریقہ کار کے تحت ملتا ہے۔ اس اصول میں جتنے زیادہ استثناء ہوں اتنا ہی زیادہ معاشرہ تہذیب سے دور ہوگا۔ قانون کی مکمل حکمرانی والا معاشرہ سب سے زیادہ مہذب معاشرہ ہوگا۔

جس معاشرے میں قانون کی حکمران (Rule of Law) کی غیر موجودگی سے خلاء پیدا ہوتا ہے۔ قدرتی طور پر یہ خلاء صلاحیت ضرر رسانی کے اصول سے پُر ہو جاتا ہے اس اصول (Nuisance Value Rule) پر چلنے والے معاشرے میں ہر شخص کی عزت اور حقوق اس کی صلاحیت ضرر رسانی (Nuisance Value) پر منحصر ہوتے ہیں اور ہر شخص اپنی صلاحیت ضرر رسانی کے مطابق عزت اور حقوق حاصل کرتا ہے اسی وجہ سے زیادہ سے زیادہ Nuisance Value کے حصول کی دوڑ شروع ہو جاتی ہے۔

صلاحیت ضرر رسانی یا Nuisance Value حاصل کرنے کے تین طریقے ہو سکتے ہیں۔
پہلا تو یہ کہ کوئی ایسا عہدہ یا مقام حاصل کر لیا جائے جس کے بل پر لوگوں کو نقصان یا فائدہ پہنچایا جا سکے۔ پولیس کے عہدے اس کی ایک مثال ہیں۔ آپ پولیس کی وردی میں کہیں چلے جائیں آپ اپنے رینک کے مطابق عزت اور فائدے حاصل کر لیں گے۔ اس پوزیشن میں آپ نہ صرف عزت اور جائز حقوق بلکہ زیادہ کرپشن کے مواقع بھی حاصل کر لیں گے۔ Nuisance Value کے حصول کا دوسرا طریقہ طاقت کا اظہار ہے۔ آپ اسلحہ لے کر بازار میں یا کہیں بھی چلے جائیں لوگ آپ کے لیے عزت کا اظہار بھی کریں گے اور جو کچھ حاصل کرنا چاہیں گے وہ بھی دیں گے۔ یہ دونوں طریقہ کار بہت کم لوگوں کے لیے قابل عمل ہوتے ہیں اور جن کے لیے یہ قابل عمل نہیں ان کے سامنے ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے اور وہ ہے دولت مندی اور ٹھاٹھ باٹ کا اظہار۔ کیونکہ اس قسم کے معاشرے میں ہر چیز پیسے سے خریدی جا سکتی ہے۔ پیسے سے آپ عزت بھی خرید سکتے ہیں اور دوسری ضروریات بھی۔

ہمارے معاشرے میں کرپشن کے بڑھنے کی ایک اور وجہ معیار زندگی بلند کرنے کا نعرہ ہے جب سے یہ ملک بنا ہے اس وقت سے ہی حکمران یہ نعرہ لگاتے چلے آئے ہیں۔ یہ دراصل کرپشن کا نعرہ ہے اور جب بھی یہ نعرہ لگایا جاتا ہے کرپشن میں اضافے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ہر نعرے کے ساتھ لوگ معیار زندگی بڑھانے کی تگ و دو میں لگ جاتے ہیں جس کے لیے زیادہ پیسے کی ضرورت ہوتی ہے اور زیادہ پیسہ آسانی سے صرف ناجائز ذرائع سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بحرانی اخلاقیات اور کمزور قانونی ڈھانچہ اس نعرے کی کشش کو ماند نہیں کر سکتے۔ اگر ہم اخلاقی انحطاط کے اس درجے پر نہ ہوتے تو سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۸۸ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوتاً) حاکموں کے پاس پہنچاؤ لوگوں کے مال کا حصہ ناجائز طور پر کھانے کے لیے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا قول کہ راشی اور مرتشی دونوں جہنمی ہیں۔ اس معاشرتی بیماری کے تدارک کے لیے کافی ہوتے۔ جب

بھی کسی حکمران کی طرف سے معیار زندگی بڑھانے کا نعرہ لگایا جاتا ہے تو کرپشن کی دوڑ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ہر شخص اس سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ اسے اپنا معیار رہن سہن بڑھا کر دوسروں کے برابر کرنا ہے ورنہ اسے شرمندگی اٹھانا پڑے گی اس لیے کسی بھی جائز و ناجائز ذریعے سے پیسہ زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا ہے۔

ہمارا موجودہ قانونی نظام بھی جسے غلط فہمی کی بناء پر نظام عدل بھی کہا جاتا ہے اپنے کھوکھلے پن کی بناء پر کرپشن میں اضافے کا ذمہ دار ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قانون اندھا ہوتا ہے لیکن ایسا لگتا ہے کہ اس نظام نے یہ فرض کیا ہوا ہے کہ جج اندھا ہوتا ہے۔ یہ نظام جج کے کانوں کا تو اعتبار کرتا ہے مگر اس کی آنکھوں کا اعتبار نہیں کرتا۔ اگر کسی جج کے سامنے کچھ لوگ آ کر کسی ملزم کے خلاف یہ گواہی دیں کہ اس نے قتل کیا ہے تو جج یہ گواہی سن کر ملزم کو پھانسی دے سکتا ہے لیکن اگر جج خود کسی کو قتل کرتے ہوئے دیکھے تو وہ اس شخص کو سزا نہیں دے سکتا۔ یہ بالکل ایسی ہی بات ہے کہ آپ کے سامنے آپ کا بچہ بدتمیزی کر رہا ہو تو آپ کچھ نہ کر سکیں لیکن اگر کوئی اور آ کر بتائے کہ آپ کا بچہ بدتمیزی کر رہا ہے تو آپ اٹھ کر بچے کو طمانچہ رسید کر دیں۔

ملک میں جرم و سزا کے لیے ایک عدالتی نظام ہے اور جرم کی سزا کا اختیار صرف عدالتوں کو ہے۔ سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ ہے جس کے فیصلوں کو کہیں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ رشوت لینا قانون کے مطابق ایک جرم ہے جس کی قانون میں سزا مقرر ہے۔ اگر سپریم کورٹ میں عدالت کے اندر عدالتی کارروائی کے دوران کوئی عملہ دار ججوں کے سامنے اور ان کو جتا کر بھی کسی سے رشوت لے تو وہ جج صاحبان اسے توہین عدالت کی سزا تو دے سکتے ہیں لیکن رشوت لینے کی سزا نہیں دے سکتے۔ اس کے خلاف انضباطی کارروائی بھی ہو سکتی ہے لیکن یہ صرف چیف جسٹس کا استحقاق ہے دوسرے جج یہ بھی نہیں کر سکتے۔ رشوت کے جرم کے سلسلے میں ججوں کو یہ معاملہ پولیس کے حوالے کرنا پڑے گا جو کیس بنا کر اسپیشل جج اینٹی کرپشن کی کورٹ میں بھیجیں گے اور کورٹ گواہی کے بعد اس کو سزا دے سکتی ہے۔ زیادہ مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ صرف اسپیشل جج اینٹی کرپشن ہی اس جرم کی سزا دے سکتے ہیں لیکن اگر ایسے اسپیشل جج کے سامنے اس کا کوئی اہلکار رشوت لے تو یہ اس کو سزا دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ جس ملک کا یہ قانون ہو وہاں رشوت کیوں نہ پھیلے گی۔

نظریاتی طور پر ہمارا قانون نظام اخلاقی اور مذہبی نظاموں سے الگ ایک مکمل نظام ہے لیکن اگر ایسا ہے تو قانونی نظام کو اپنے نفاذ اور تعمیل کے لیے مذہب اور اخلاقیات کا محتاج نہیں ہونا چاہیے۔ مجسٹریٹ یا پولیس کو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اگر وہ قانون کی تعمیل ایمانداری سے نہیں کریں گے تو وہ جہنم میں

جائیں گے ذہم انہیں خدا کے خوف کے حوالے سے قانون کی صحیح تعمیل کے لیے کہہ سکتے ہیں۔ ایک ایسے قانونی نظام کے اندر ہی اپنے نفاذ اور تعمیل کی صلاحیت ہونی چاہیے۔ یہ بات کہ نظام تو بالکل ٹھیک ہے لیکن اس کے نفاذ اور تعمیل کرنے والے ٹھیک نہیں ہیں اس وجہ سے عاری ہے۔

قانون بنانے والے بھی کسی حد تک کرپشن میں اضافے کے ذمہ دار ہیں۔ آئین جو آج سے 34 سال پہلے بنا تھا اس کی شق نمبر 212 اتنے عرصے سے موجود ہے۔ یہ شق انتظامی عدالتوں اور ٹریبونلز کے بارے میں ہے۔ یہ شق ملازمتوں کے بارے میں ٹریبونل کے لیے کہتی ہے اور ایسے ٹریبونل فوراً ہی بنا دیے گئے تھے اور آج تک کام کر رہے ہیں۔ اس شق کی دوسری دفعہ ایک ایسے ٹریبونل بنانے کے لیے کہتی ہے جو ایسے لوگوں کو انصاف دے جن کا دعویٰ ایسے اہلکاروں کے خلاف ہو جنھوں نے کسی کے ساتھ زیادتی کر کے اسے نقصان پہنچایا ہو۔ چونتیس سال میں آج تک یہ ٹریبونل نہ بنانا بدعنوان اہلکاروں کو تحفظ دینے کے مترادف ہے جو کام آئین ان ٹریبونلز کے ذریعے کرنے کو کہتا ہے وہ منتخب کے اداروں کے ذریعے کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو کہ آئینی ادارے نہیں ہیں اور جن کے حد اختیار محدود ہیں۔

کرپشن کے خاتمے کے لیے سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ Nuisance Value کو Rule of Law میں بدلا جائے اور یہ صرف اس طرح ممکن ہے کہ صاحب اختیار لوگ خصوصاً وہ جو سب سے زیادہ صاحب اختیار ہیں وہ قانون کے سامنے سر تسلیم خم کریں اور اس میں کسی کے لیے بھی استثناء نہ ہو۔

> ایک قوم جو قرضوں اور امداد (بھیک کے مہذب نام) پر پل رہی ہو، اعلیٰ معیار زندگی کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ ہمیں معیار زندگی بلند کرنے کی بات بھی نہیں کرنی چاہیے۔ اس قوم کے لیے سادہ طرز زندگی ہی مناسب ہے۔ پورے نظام قانون کو گہرائی سے جانچنے کی ضرورت ہے لیکن سب سے زیادہ قانون کی حکمرانی کے نفاذ کے لیے نیت کی ضرورت ہے۔

حقیقت ربا اور اس کی اطلاقی نوعیت

ڈاکٹر محمد شکیل اوج
استاد الفقہ والتفسیر شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

سب سے پہلے قرآنی آیات کی روشنی میں ربا کی حقیقت کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ نزولی اعتبار سے آیات ربا کی ترتیب کچھ یوں ہے۔ سب سے پہلے سورۃ روم پھر سورۃ النساء پھر سورۃ آل عمران اور سب کے بعد سورۃ البقرہ کی آیات جس میں سب سے زیادہ تفصیل ہے۔ آیات ربا کی ترتیب متد ریجی پہلو سے بھی متعدد حکمتوں اور مصلحتوں سے مالا مال ہے۔ اب ذیل میں ترتیب وار ان آیات کو دیکھیے۔

فآت ذاالقربی حقه والمسکین وابن السبیل ذلک خیر للذین یریدون وجه الله واولئک هم المفلحون○ وما اتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند الله وما اتیتم من زکوٰة تریدون وجه الله فاولئک هم المضعفون○ (سورۃ الروم)

ترجمہ: ''اور جو مال تم ربا کے طور پر دیتے ہو تاکہ (تمہارا اثاثہ) لوگوں کے مال میں شامل ہو کر بڑھتا رہے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا البتہ جو مال تم زکوٰۃ کے طور پر دیتے ہو (فقط) اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تو وہی لوگ (اپنا مال عنداللہ) کثرت سے بڑھانے والے ہیں''۔

اس مقام پر ہر صاحب حیثیت شخص کے مال میں اس کے قریبوں، مسکینوں اور مسافروں یا مہمانوں کا حق بیان کیا گیا ہے۔ حق کا لفظ وجوبی اور استحبابی ہر دو معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ صورت حال واحوال اس کے مطلوب معنی کو متعین کرتے ہیں، جہاں شدید ضرورت داعی ہوتی ہے وہاں اسے واجب کے معنی میں لے لیا جاتا ہے، البتہ جہاں ضرورت شدید نہ ہو تو وہاں استحباب کے معنی اخذ کر کے معاملہ کیا جاتا ہے۔

دوسری آیت میں ربا اور زکوٰۃ کو ایک دوسرے کے مقابلہ پر لایا گیا ہے، جس سے ربا کی حقیقت بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔ جن لوگوں نے یہاں ربا سے مراد تحفہ ہدیہ اور نیوتے وغیرہ کو لیا ہے،

انہوں نے ساتھ ہی ربائے حلال کا تصور بھی پیش کیا ہے۔ (۱)

ہمارے نزدیک اس جگہ ربائے حلال کا تصور غیر ضروری معلوم ہوتا ہے، البتہ یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید نے غیر متعین مگر لازمی منافع کو بھی ربا سے تعبیر کیا ہے جو تحفے، ہدیے اور نیوتے کی جوابی شکل میں دینے والے کے پاس واپس لوٹ کر آتے ہیں۔ تاہم اگر یہاں تحفے، ہدیے اور نیوتے سے ہٹ کر بھی ربا کا مفہوم سمجھا جائے تو وہ بھی آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس سے مراد کوئی مال (روپیہ) بھی ہو سکتا ہے۔ جو لوگوں میں بڑھوتری کے لیے دیا جاتا ہے۔ اسی مال کو اللہ نے اپنے قانون میں غیر ترقی یافتہ بتایا ہے۔ ''فلا یربوا عند الله'' کی تفسیر اخروی پہلو سے یہ کی گئی ہے کہ ایسے ربا کو اللہ کے ہاں اجر سے محروم رکھا جاتا ہے اور دنیوی پہلو سے اس کی تفسیر یہ ہے کہ خدا کے قانون میں ایسے ربا کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی لیے زکوٰۃ کا لفظ ربا کے مقابلہ پر رکھا گیا ہے تاکہ معاشرے کے مجموعی مفاد کو ترقی یافتہ بنایا جائے۔ مقصود کلام یہ کہ ربا سے معاشرے کا مجموعی مفاد بتدریج گھٹتے گھٹتے بالآخر ختم ہو جاتا ہے، جبکہ زکوٰۃ سے بڑھ جاتا ہے۔

اس تصور کی اصل ''ولا تمنن تستکثر'' (المدثر:۶) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اور (اس غرض سے کسی پر) احسان نہ کیجیے کہ اس سے زیادہ کے طالب ہوں۔

فبظلم من الذین هادوا حرمنا علیهم طیبٰت أحلت لهم وبصدهم عن سبیل الله کثیرا واخذهم الربوا وقد نهوا عنه واکلهم اموال الناس بالباطل واعتدنا للکفرین منهم عذابا الیما○ لکن الراسخون فی العلم منهم والمؤمنون یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک والمقیمین الصلوٰة والمؤتون الزکوٰة والمؤمنون بالله والیوم الآخر اولئک سنؤتیهم اجرا عظیما○ (النساء:۱۶۲،۱۶۱)

ترجمہ: ''پھر یہودیوں کے ظلم ہی کی وجہ سے ہم نے ان پر (کئی) پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں جو (پہلے) ان کے لیے حلال کی جاچکی تھیں اور اس وجہ سے (بھی) کہ وہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے بکثرت روکتے تھے اور ان کے اخذ ربا کے سبب سے، حالانکہ وہ اس سے روکے گئے تھے یعنی ان کے لوگوں کا ناحق مال کھانے کی وجہ سے اور ہم نے ان میں سے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے، لیکن ان میں سے پختہ علم والے اور مومن لوگ اس (وحی) پر جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اور اس (وحی) پر جو آپ سے پہلے نازل کی گئی (برابر) ایمان لاتے ہیں اور وہ (کتنے اچھے ہیں کہ) صلوٰۃ قائم کرنے والے

(ہیں) اور زکوٰۃ دینے والے (ہیں) اور اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے (ہیں) ایسے ہی لوگوں کو ہم عنقریب بڑا اجر عطا فرمائیں گے''۔

اس جگہ پہلی آیت میں یہودیوں کے وہ جرائم بیان کئے گئے ہیں جن کی بنیاد پر پاکیزہ حلال چیزیں ان پر حرام ہو گئیں۔ گویا یہ وہ پاداشِ عمل تھا جو نافرمانوں کو ان کے جرائم کی بنیاد پر خدا کے قانون مشیت و مکافات کے تحت رونما ہوا۔ ظاہر ہے کہ جو قوم ظالم ہو، اللہ کے قانون پر لوگوں کو عمل کرنے سے روک رہی ہو، ربا جس سے منع کیا گیا تھا، اسی کو اختیار کر رہی ہو یعنی لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھا رہی ہو تو ایسی قوم در اصل اپنے اعمالِ بد کے نتیجے میں خود پر حلال و طیب اشیاء کو حرام کر لیتی ہے۔

اس آیت میں جرائم یہود میں ربا کو جس طرح بیان کیا گیا ہے اس طرح کسی بھی جرم کو بیان نہیں کیا گیا۔ پہلی بات تو یہ کہ ربا کے ساتھ اخذ کا لفظ استعمال ہوا اور اخذ کا لفظ کسی چیز کو شدت سے پکڑنے اور اختیار کرنے کے لیے مستعمل ہے۔ اس میں غلبہ و استیلاء کا مفہوم بھی شامل ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ یہودیوں نے ربا کو شدت سے اپنی زندگی میں اختیار کر رکھا ہے۔ دوسرے یہ کہ ''وقد نھوا عنہ'' کے الفاظ اسی جرم کے ساتھ مختص کئے گئے ہیں، حالانکہ حکم بھی ''وقد نھوا عنہ'' میں آتا ہے۔ اور دوسرے جرائم بھی اسی کے ذیل میں آتے ہیں مگر ان کے ساتھ یہ الفاظ نہیں لائے گئے۔ اس سے ربا کی شدت اور ہولناکی واضح ہوتی ہے۔

اس آیت میں ربا کی تاریخی تعیین کم از کم یہودیت کے حوالے سے موجود ہے، جس میں اس کے نہی ہونے کا حوالہ بھی ہے اور یہودی طرزِ زندگی اختیار کرنے والوں کے لیے تعریض کا سامان بھی موجود ہے۔ پھر اگلی آیت میں جن اہلِ کتاب علماء اور عام مومنین کے مشرف با اسلام ہونے کا ذکر کیا گیا ہے ان کی خصوصیات میں مقیمین الصلوٰۃ اور موتون الزکوٰۃ کے الفاظ بھی لائے گئے ہیں۔

خلاصہ کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ سورۃ الروم کی طرح سورۃ النساء میں بھی ربا کے مقابلے پر زکوٰۃ کو رکھا گیا ہے۔ اس تقابل سے ربا کی حقیقت مزید نکھر کر سامنے آتی ہے۔

یاایھا الذین امنوا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضعفۃ و اتقوا اللہ لعلکم تفلحون ○ و اتقوا النار التی اعدت للکفرین ○ و اطیعوا اللہ و الرسول لعلکم ترحمون ○ و سارعوا الی مغفرۃ من ربکم و جنۃ عرضھا السموت و الارض اعدت للمتقین ○ الذین ینفقون فی السراء و الضراء و الکاظمین الغیظ و العافین عن

الناس و اللہ یحب المحسنین ○ (آل عمران: ۱۳۰۔۱۳۴)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! دو گنا اور چوگنا کر کے سود مت کھایا کرو اور اللہ سے ڈرا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ اور اس آگ سے ڈرو، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے اور اللہ کی اور رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف تیزی سے بڑھو جس کی وسعت میں سب آسمان اور زمین آ جاتے ہیں جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو فراخی اور تنگی (دونوں حالتوں) میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں سے (ان کی غلطیوں پر) درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے''۔

اس مقام پر پہلی مرتبہ براہِ راست مسلمانوں کو مخاطب کر کے انہیں ربا کھانے سے روکا گیا ہے۔ ''اضعافا مضعفۃ'' کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں ربا اس قدر پھیل چکا تھا کہ معاشی اقدار میں زر اصل ناپید ہو چکا تھا۔ لوگ ربا کے کاروبار میں اتنا آگے بڑھ چکے تھے کہ اصل سے کئی گنا اوپر ربائے جبر کا معاشی نظام ان پر بری طرح مسلط تھا۔ لوگ قرض کس طرح اتارتے؟ قرض پر جو ربا کا جبر تھا، وہ چند در چند ہو چکا تھا اور لوگ اسی چند در چند ربا کو اتارنے کے لیے گویا پھر قرض لینے پر مجبور تھے یا مہلتِ ادائیگی بڑھوانے کے لیے اصل پر مزید اضافہ برداشت کرتے تھے۔ یوں قومی مفاد کا مجموعی سرمایہ تو گھٹ رہا تھا اور قومی سرمائے کا مجموعی خسارہ بڑی شدت سے بڑھ رہا تھا۔ گویا۔

حساب مال کا اتنا سا گوشوارہ تھا
ربا نکال کے دیکھا تو سب خسارہ تھا

بعض لوگوں نے ''اضعافا مضعفۃ'' کو ربائے مرکب سے تعبیر کرتے ہوئے یہ نکتہ آفرینی کی ہے کہ آیت مذکورہ میں لوگوں کو دوہرے چوہرے ربا سے روکا گیا ہے، ربائے مفرد سے نہیں۔ مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ الفاظ تصویرِ حال کے طور پر آئے ہیں تاکہ معاشی ظلم و استحصال کا حقیقی چہرہ بے نقاب ہو سکے۔

یہاں آیت ربوا کے تسلسل میں جو الفاظ آئے ہیں انہیں بھی ایک نظر دیکھ لیجیے۔ مثلاً ''واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ○ جو آیا ہے اس کا تعلق حکمِ ربا کے ساتھ ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ کے قانون پر چلو، جس کا نتیجہ فلاح و کامرانی ہے۔ پھر واتقوا النار التی اعدت للکفرین ○ کہہ کر ربوا کھانے والوں کو جہنم کی آگ سے ڈرایا گیا ہے اور اس سے اگلی آیت میں رحمتوں کے نظام کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا ثمرہ بتایا گیا ہے اور پھر اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں